Al-Mīthāq *(Research Journal of Islamic Theology)*
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 04, **Issue** 01, January-March 2025, **PP**: 165-178
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

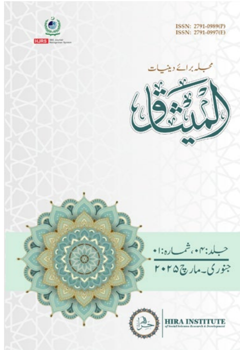

التفسیر الکاشف میں مقاصدِ شریعت سے اتفاق کا تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of the Conformity with Maqāṣid al-Sharīʿah in Al-Tafsīr Al-Kāshif

1. **Hafiz Muhammad Waqar Khalil**
hafizmuhammadwaqark@gmail.com
Ph. D Scholar,
Department of Qur'ānic Studies,
The Islamia University of Bahawalpur.

2. **Dr. Muhammad Saeed Sheikh**
saeed.sheikh@iub.edu.pk
Chairman,
Department of Fiqh and Shariah,
The Islamia University of Bahawalpur.

How to Cite: Hafiz Muhammad Waqar Khalil and Dr. Muhammad Saeed Sheikh. 2025: "An Analytical Study of the Conformity with Maqāṣid al-Sharīʿah in Al-Tafsīr Al-Kāshif". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 4 (01): 165-178.

Article History: **Received**: 20-02-2025 | **Accepted**: 28-03-2025 | **Published**: 31-03-2025

Copyright: **©The Authors**

Licensing: This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

DRJI · Advanced Sciences Index · ADVANCED SCIENCE INDEX · CiteFactor Academic Scientific Journals · ASIAN Research Index · SCI · Google Scholar · تحقیقات تحقیقاتی اشاریہ · اردو جرائد اشاریہ · ADL ASIAN DIGITAL LIBRARY · EuroPub

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

التفسیر الکاشف میں مقاصدِ شریعت سے اتفاق کا تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of the Conformity with Maqāṣid al-Sharīʿah in Al-Tafsīr Al-Kāshif

1. **Hafiz Muhammad Waqar Khalil**
Ph. D Scholar, Department of Qur'ānic Studies, The Islamia University of Bahawalpur.
hafizmuhammadwaqark@gmail.com

2. **Dr. Muhammad Saeed Sheikh**
Chairman, Department of Fiqh and Shariah, The Islamia University of Bahawalpur.
saeed.sheikh@iub.edu.pk

Abstract

This study explores the extent to which al-Tafsīr al-Kāshif, authored by ʿAllāmah Muḥammad Jawād Mughniyyah, aligns with the objectives of Islamic law (Maqāṣid al-Sharīʿah). Recognizing that the Maqāṣid represent the higher aims and wisdoms behind the divine rulings, this research analytically examines how these objectives are reflected in Mughniyyah's interpretative methodology. The study adopts a qualitative, content-based approach to assess whether the exegete's insights correspond with the preservation of the five fundamental objectives of the Sharīʿah: religion, life, intellect, progeny, and wealth. By investigating selected verses and thematic discussions within al-Tafsīr al-Kāshif, the paper highlights the degree of compatibility between Mughniyyah's hermeneutical framework and the principles of Maqāṣid al-Sharīʿah. The findings reveal a conscious and structured integration of higher legal objectives in the tafsīr, underscoring its relevance to contemporary Qur'ānic interpretation and Islamic legal thought.

Keywords: *Maqāṣid al-Sharīʿah, Qur'ānic Exegesis, al-Tafsīr al-Kāshif, Islamic Legal Thought.*

تعارف:

خالقِ کائنات نے اس کائنات کو حق کے ساتھ پیدا کیا، اس کے اندر اپنی مخلوقات آباد کی اور اس میں انسان کو تمام مخلوقات پر فوقیت دی، اسے عزت و عظمت کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز کیا۔ اس زمینی انسان کو پیدا کرنے کے بعد، اس نے اسے یونہی چھوڑ نہیں دیا، بلکہ اس کی تعلیم اور رہنمائی کے لیے انبیاء علیھم السلام بھیجے اور ان کے ذریعے اپنی کتابیں نازل فرمائیں۔ تمام الٰہی قوانین بالعموم اور اسلامی قانون بالخصوص انسانی مصائب کو دور کرنے، ان کی زندگی کو آسان بنانے اور انہیں پاک کرنے کے لیے نازل کیے گئے تھے۔ تمام اسلامی قوانین کی بنیاد حکمت اور عمل پر ہے۔ ہر حکم کسی وجہ، حکمت یا مصلحت سے متاثر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز بغیر مقصد کے پیدا نہیں کی۔ اور انسان کو بے مقصد نہیں بنایا گیا ہے۔ اسلامی قانون کے جاری کردہ احکام مقصد اور حکمت کی متعدد جہتیں رکھتے ہیں۔ مقاصد شریعہ کی معرفت سے، شریعت اسلامیہ کی ابدیت، آفاقیت، جامعیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

تفسیر کا معنیٰ و مفہوم

تفسیر لفظ "فسر" سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے کسی بھی چیز کو کھولنا۔

فسر : الفسير: البيان. وقد فسرت الشيء أفسره بالكسر فسراً والتفسير مثله، واستفسرته

كذا اى سالته ان يفسره لى والفسر نظر الطيب الى الماء وهو التفسيرة۔[1]

فسر کا مطلب ہے "وضاحت"۔ "فسرت الشی" کا ترجمہ یہ ہے کہ "میں نے معنیٰ کو بہت واضح طور پر بیان کر دیا ہے۔" (باب ضَرَبَ یَضرِبُ, فعل یفعل سے ہے) تفسیر کے بھی یہی معنیٰ ہیں۔ استفسرتہ کذا میں نے اس سے استفسار کیا یعنی اس سے کہا کہ مجھے یہ کھول کر بتاؤ۔

تفسیر کا معنیٰ اسی طرح سے ہے:

"التفسير في اللغة استبانة والكشف"۔[2]

یعنی لغت میں تفسیر کھولنے اور بیان کرنے کو کہتے ہیں۔

"الفسر : الابانة وكشف المغطى"۔[3]

"فَسر کا مطلب ہے کسی بند چیز کو کھولنا۔"

"التفسير في الاصل هو الكشف والاظهار"۔[4]

تفسیر کا مطلب "کھولنا اور اظہار کرنا" ہے۔

تفسیر کے معنیٰ ہیں کسی چیز کو پیش کرنا یا کھولنا۔ ف، س، اور ر سے لفظ "فسر" بنتا ہے۔ عربی میں اس کا اصل معنیٰ پردوں سے کوئی چیز نکالنا یا کھول کر سامنے رکھنا۔ عربی زبان میں فسر کے یہ معنیٰ بھی آتے ہیں کہ کسی سجے سجائے گھوڑے کو اس کے سارے لوازمات، زین، لگام اور دوسری چیزوں سے نکال کر پیش کر دینا، گویا خریدار کے سامنے اصل گھوڑے کو اس طرح رکھ دینا کہ اس کی اصلی شکل وصورت اور رنگ وروپ سب نظر آجائے۔ لہذا قرآن کریم کے تقاضے اور معانی بیان کیے جانے چاہئیں تاکہ ہر پڑھنے والا اور سننے والا اس کی اہمیت اور مقصد کو سمجھ سکے۔ اس عمل کو تفسیر کہتے ہیں۔

اسلامی علوم میں "تفسیر" کی اصطلاح سے مراد کتاب اللہ کے تقاضوں اور معانی کی دریافت ہے، نیز اس کے فقروں اور آیات کے معانی جو عام قاری پر فوری طور پر ظاہر نہیں ہوتے ہیں۔ تفسیر وہ علم ہے جو طریقہ کار، گفتگو اور رہنما اصولوں کو بیان کرتا ہے۔[5] سید محمود آفندی آلوسی بغدادی تفسیر کے لیے درج ذیل اصطلاحی تعریف کرتے ہیں:

"وہ علم ہے کہ جس سے قرآن کے الفاظ کو بولنے کا طریقہ، ان کے معانی، ان کے انفرادی و نحوی احکام اور ان الفاظ کے معانی جو مرکب حالت میں ہوں اور ان سے مطابقت رکھتے ہوں۔ مزید برآں، ان معانی کے عملے کی وضاحت نزول، منسوخی، اور غیر واضح حکایات کی وضاحت کے ذریعے سے کی جاتی ہو۔[6]

علم تفسیر کی ایک جامع تعریف جو علامہ بدرالدین زرکشی نے کی ہے:

هو علم يفهم به كتاب الله المنزل على نبيه محمد و بيان معانيه، واستخراج احكامه وحكمه۔[7]

"یعنی تفسیر کا علم وہ علم ہے جو نبی اکرم ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب کو سمجھنے میں مدد کرتا ہے، اس کے معانی اور تقاضے بیان کرتا ہے، اور اس کے قوانین اور حکمت کو دریافت کرتا ہے۔"

لفظ تفسیر قرآن میں

لفظ تفسیر قرآن پاک میں صرف ایک بار آیا ہے:

وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا۔[8]

"وہ کوئی مثال نہیں دے سکیں گے، لیکن ہم آپ کو ہمیشہ بہتر اور اعلیٰ وضاحت فراہم کریں گے۔"

لفظ تفسیر حدیث نبوی ﷺ میں

تفسیر کا لفظ حدیث شریف میں بھی مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے، چنانچہ الجامع الصحیح البخاری میں ہے:

"عن ابي هريرة قال كان اهل الكتاب يقرؤن التوراة بالعبرانيه ويفسرونها بالعربيه لاهل الاسلام فقال رسول اللهﷺ لا تصدقوا اهل الكتاب ولا تكذبوهم وقولوا آمنا بالله وما انزل الينا وما انزل اليكم"۔[9]

"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: تورات کو اہل کتاب (یہودی) عبرانی میں تلاوت کرتے ہیں اور مسلمانوں کو عربی میں ترجمے اور وضاحتیں فراہم کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہل کتاب کی تصدیق یا تکذیب کرنے کے بجائے یہ کہو: ہم اللہ پر ایمان لائے جو ہم پر نازل کیا گیا اور جو کچھ تم پر نازل کیا گیا، ہم اس پر ایمان لائے۔"

امام دارمی نے لکھا ہے:

"قال ليتقى من تفسير حديث رسول الله ﷺ كما يتقى من تفسير القرآن"۔[10]

"حضرت معتمر رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ: رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتے وقت احتیاط کرنی چاہیے، جس طرح قرآن کی تفسیر کرتے وقت احتیاط کرتے ہیں۔"

ان تمام روایات میں تفسیر سے مراد وضاحت، تفصیل اور بیان ہے۔"

مقاصدِ شریعت کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

مقاصد جمع ہے "مقصد" کی اور "مقصد" میں لفظ "م" مصدر میمی ہے جو "قصد" فعل سے بنایا گیا ہے "قصد" سے مصدر "قصدا" اور مقصدا" یہ دونوں طرح میں آتا ہے اور ایک ہی معنٰی رکھتا ہے۔[11] لغت میں قصد کے درج ذیل معانی آتے ہیں:

- **سیدھا راستہ:** قصد کا ایک معنٰی راستہ کا سیدھا ہونا ہے۔[12] ابن جریر الطبری کے مطابق "قصد" سے مراد ایسا سیدھا راستہ ہے جس میں کوئی ٹیڑھا پن نہ ہو۔[13] اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

  وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيلِ۔[14]

  "یہاں قصد سے مراد سیدھی راہ ہے۔"

- **قریب ہونا:** اس کا ایک معنٰی قریب ہونا ہے، جیسے بیننا وبین الماء لیلۃ قاصدۃ[15] یعنی پانی ہمارے قریب ہے اور اسی طرح ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان ہے:

  لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوكَ[16]

  "اگر مال غنیمت اور سفر (جہاد) آسان ہوتا تو یہ (منافق) ضرور آپ کے پیچھے لگ جاتے۔"

اس میں بھی قاصد کا معنیٰ قریب ہے۔ یہ بحث ظاہر کرتی ہے کہ عربی میں لفظ قصد عام طور پر مقصد، عزم، سیدھی راہ اور اعتدال کے لیے استعمال ہوتا ہے، جب کہ یہ شاذ و نادر ہی علامتی طور پر توڑنے کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔

- **بھرا ہوا ہونا:** اس کا ایک معنی بھرا ہوا ہونا ہے۔ "الناقۃ القصیدہ" سے مراد بہت موٹی اونٹنی ہے۔[17]
- **اعتدال:** ایک معنٰی فضول خرچی اور کنجوسی کی درمیانی حالت ہے، اور "القصد في المعيشة" حد سے زیادہ بخل نہ کرنے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ "قصد فی الامر" کا مطلب ہے حد سے تجاوز نہ کرنا۔[18] اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ.[19]

"اپنے طرز عمل میں اعتدال کا راستہ اختیار کر۔"

اصطلاحِ شرع میں کسی کام کو انجام دینے کے اصل مدعی اور غرض کو مقاصد کہتے ہیں۔ مثال کے طور پر انسانوں اور جنات کی تخلیق کا بنیادی اور اصلی مقصد صرف اور صرف اللہ کی عبادت بجالانا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ۔[20]

"میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔"

ان کا مقصدِ تخلیق یہاں بیان کیا گیا ہے۔

شریعت کا مفہوم اور حقیقت وماہیت

عربی میں لفظ شریعت سے مراد تالاب ہے۔ شریعت، شرعی اور مشرعۃ تمام اصطلاحات تالاب کو بیان کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہیں۔ عرب شریعت کا لفظ ایسے گھاٹ کے لیے استعمال کرتے ہیں جہاں پانی غیر معینہ مدت تک بہتا ہے اور اسے بالٹی سے نکالا جا سکتا ہے۔[21] شریعت کا لفظ دین، ملت، منہاج، طریقہ اور سنت بھی ہے۔[22] علامہ ابن تیمیہ کے نزدیک شریعت، شرعت اور شرع اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ تمام عقائد اور طرز عمل کا نام ہے۔[23] محمد علی تھانوی لکھتے ہیں:

> "شریعت سے مراد اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء کے ذریعے اپنے بندوں کو دی گئی ہدایات ہیں۔ اگر یہ احکام عمل پر مبنی ہوں تو انہیں فروعی اور عملی شریعت کہا جاتا ہے۔ اگر وہ عقائد پر مبنی ہوں تو انہیں اصل اور اعتقادی شریعت کہا جاتا ہے۔"[24]

بنیادی مقاصدِ شریعت

- **دین کی حفاظت**: عبادات، ایمان، اور توحید پر زور دیتے ہوئے عقائد کی اصلاح پر توجہ۔
- **جان کی حفاظت**: قتل و قتال، انسانی جان کی حرمت، اور معاشرتی امن کے حوالے سے تفصیلی گفتگو۔
- **عقل کی حفاظت**: تعلیم، تدبر، اور عقل کے استعمال کی ترغیب۔ نشہ آور اشیاء کی مذمت۔
- **نسل کی حفاظت**: خاندان، نکاح، اور اخلاقی پاکیزگی پر گفتگو۔
- **مال کی حفاظت**: عدل پر مبنی معیشت، سود کی حرمت، یتیموں اور کمزوروں کے حقوق کی تاکید۔

التفسیر الکاشف میں تحفظِ دین سے متعلق آیات واحکام

تحفظِ دین:

- وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا۔۔الآية[25]

تم سب مل کر اللہ کی رسی کو تھام لو اور تفرقہ نہ کرو اور تم اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور اس کی نعمت سے تم آپس میں بھائی بھائی ہو گئے۔

اس آیت میں علامہ جواد مغنیہؒ "حبل" کی تعریف کرتے ہوئے اس کا اطلاق دینِ اسلام پر کرتے ہیں۔ بعد ازاں اس آیت کی تفسیر میں امتِ واحد کی اہمیت کو اجاگر کیا اور اس آیت کا مقصدِ نزول بھی بیان کیا کہ اللہ پاک ہم مسلمانوں سے یہ فرما رہا ہے کہ ہمارا خدا ایک ہے، رسول ایک ہے اور کتاب ایک ہے لہذا ہمیں بھی ایک امت، جسدِ واحد کی طرح بن کر رہنا چاہیے ہر تفرقہ اور تعصب

سے پاک ہو کر دینِ اسلام کی حفاظت کرنی چاہیے:

"الحبل معروف ويستعمل في الواسطة التي يتوصل بها الى المطلوب والمراد بالحبل هنا الإسلام ومعنى الآية بمجموعها ان المسلمين ما داموا أتباع دين واحد ورسول واحد وكتاب واحد فعليهم جميعاً أن يراعوا هذه الرابطة الدينية التي هي أقوى من الرابطة النسبية وان يحرصوا عليها ويعملوا بموجبها ولا يتفرقوا شيعاً وأحزاباً"۔[26]

لغت میں "حبل" رسی کو کہا جاتا ہے اور عمومی طور پر اس کا اطلاق اسی واسطہ پر ہوتا ہے جس سے مطلوب تک رسائی حاصل کی جاتی ہے۔ اس آیت میں رسی سے مراد دین اسلام ہے۔ مقصود آیت یہ ہے کہ تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ وحدت واتفاق کو قائم رکھیں کیونکہ ان سب کا خدا ایک ہے۔ رسول ایک ہے، قبیلہ ایک ہے اور کتاب ایک ہے اور وہ اسلامی رابطہ کی قدر کریں یہ رشتہ خونی رشتوں سے زیادہ عزیز ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ جسد واحد بن کر رہیں اور ہر طرح کے تفرقہ اور تعصب سے پرہیز کریں۔"

"وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا"[27]

اس جز کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ جواد مغنیہؒ نے مسلمانوں کو ان کا شر مناک ماضی یاد دلایا اور پھر مثال میں حضرت جعفر بن ابی طالب کا واقعہ بیان کیا جن کو نبی کریم ﷺ نے نجاشی کے دربار میں بطور مبلغ بھیجا تھا انہوں نے وہاں اسلام کا تعارف اس انداز میں کرایا:

"قال جعفر بن أبي طالب في حديثه إلى النجاشي : كنا قوماً أهل جاهلية نعبد الأصنام ونأكل الميتة ونأتي الفواحش ونقطع الأرحام ونسيء الجوار ويأكل القوي منا الضعيف فكنا على ذلك حتى بعث الله الينا رسولاً منا نعرف نسبه وصدقه وأمانته وعفافه فدعانا الى الله لنوحده ونعبده ونخلع ما كان يعبد آباؤنامن دونه من الحجارة والأوثان وأمرنا بصدق الحديث، واداءالأمانة،وصلة الرحم،وحسن الجوار والكف عن المحارم والدماء، ونهانا عن الفواحش وقول الزوروأكل مال اليتيم وقذف المحصنات وأمرنا أن نعبدالله ولانشرك به شيئاً وأمرنابالصلاة والزكاة والصيام"۔[28]

"اے بادشاہ! حضرت جعفر بن ابی طالب نے نجاشی کے دربار میں یہ بات کہی ہم جاہل لوگ تھے۔ ہم بتوں کی پوجا کرتے تھے، مردار کھاتے تھے، برے کام کرتے تھے اور اپنے گھر والوں کے ساتھ بدتمیزی کرتے تھے۔ ہم اپنے پڑوسیوں کو تنگ کرتے تھے۔ ہمارے مضبوط لوگ کمزوروں کو کھا جاتے تھے۔ ہمارے یہی شب و روز تھے کہ اللہ نے ہمارے اندر خود ہم میں سے ایک رسول ﷺ کو مبعوث کیا جس کے نسب کو ہم اچھی طرح سے جانتے ہیں اور اس کی صداقت، امانت اور عفت کے گواہ ہیں۔ اس نے ہمیں توحید خداوندی اور اس کی عبادت کی دعوت دی۔ اس نے ہمیں یہ دعوت دی کہ ہم پتھروں اور لکڑی کے بنے ہوئے ان خود ساختہ معبودوں کی عبادت سے باز آجائیں جنہیں ہمارے آباؤ اجداد پوجا کرتے تھے۔ اس نے ہمیں سچ بولنے، امانت کی ادائیگی، صلہ رحمی اور حسنِ ہمسائیگی کا حکم دیا۔ اس نے ہمیں یہ تعلیم دی کہ محرمات سے اجتناب کریں اور ناحق خون ریزی سے باز آجائیں۔ اس نے ہمیں بے خیالی کے جملہ امور اور جھوٹ بولنے سے روکا ہے۔ اس نے ہمیں یتیم کا مال کھانے اور باعفت خواتین پر الزام تراشی سے منع کیا ہے۔ اس نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اللہ کی

عبادت کریں اور کسی کو بھی اس کا شریک نہ بنائیں۔ اس نے ہمیں نماز، زکوۃ اور روزوں کا حکم دیا ہے۔"

- وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ"[29]

اور تم میں ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہیے جو نیکی کی دعوت دے اور بھلائی کا حکم دے اور برائیوں سے روکے۔ یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔"

علامہ محمد جواد مغنیہؒ کہتے ہیں کہ اس آیت میں تین الفاظ ذکر کئے گئے ہیں، "خیر"، "معروف" اور "منکر"۔ یہاں "خیر" سے مراد "اسلام"، معروف سے مراد "اللہ تعالی کی اطاعت اور منکر سے مراد "خدا کی نافرمانی" ہے۔ اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو حسب ذیل تین کام کرے۔:

"المراد بالخيرهناالإسلام وبالمعروف طاعة الله وبالمنكرمعصيته ومحصل المعنى انه لا بدمن وجود جماعة تدعو غير المسلمين الى الإسلام وتدعو المسلمين الى ما يرضي الله ويثيب عليه وترك ما يغضبه ويعاقب عليه ولفظ (منكم) في الآية قرينة على ان وجوب الأمر بالمعروف على سبيل الكفايةدون العين اذا قام به البعض سقط عن الكل"[30]

1. غیر مسلموں کو نرم لہجہ میں اسلام کی دعوت دے۔
2. ایسا گروہ ہونا چاہیے کہ وہ مسلمانوں کو ایسے مطالب کی دعوت دے جن پر خدا راضی ہوتا ہے اور ثواب عطا کرتا ہے۔
3. اس گروہ کا تیسرا فریضہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کو برائیوں سے منع کریں اور لوگوں کو ایسے تمام کاموں سے روکیں جن پر خدا ناراض ہوتا ہے اور عذاب دیتا ہے۔ آیت مجیدہ میں لفظ "منکم" اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ تبلیغ کا فریضہ واجب کفائی ہے ۔ واجب عینی نہیں ہے جب کچھ افراد اس فریضہ کو سنبھال لیں تو دوسروں سے اس کی ذمہ داری اُٹھ جاتی ہے۔

التفسیر الکاشف میں تحفظِ نفس سے متعلق مباحث

تحفظِ نفس سے متعلق آیات

- "وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ"[31]

"اور بتحقیق ہم نے اولادِ آدم کو عزت و تکریم سے نوازا۔"

درج بالا آیت کی تفسیر سے پہلے علامہ جواد مغنیہؒ ایک سوال لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کس وجہ سے مکرم بنایا؟ اس کے جواب میں آپ کہتے ہیں کہ انسان کے بعض ایسے خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو مکرم بنایا جو کہ درج ذیل ہیں:

1. خلق الله سبحانه الانسان فأحسن خلقه وصورته قال تعالى: وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ 32لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ 33
2. العقل ولولاه لم يكن الانسان شيئاً مذكوراًبل لولا العقل ما عرف الخالق۔۔۔ فيه تعرف عظمة الله وعظمة الكون وعظمة العقل ايضاً۔
3. الانسان مستودع حافل بالغرائز والاسرارعلم وجهل،دين، وكفر حب وبغض،حلم وغضب،خوف وجرأة،نخل وكرم،تواضع وعظمة۔ أمانة وخيانة،ثبات وتقلب۔
4. يتطلع الانسان باستمرار الى حياة افضل حتى ولو كان في حياة فاضلة وفي الحديث" لو كان للانسان جبل من ذهب وجبل من فضة لتمنى لهما ثالثاً "واذا كان هذا مثلاً لطبع الانسان فانه يصلح ايضاً مثلاً

الطموحه الى أعلى

5. للانسان شريعة وقيم ، عليه أن يخضع لها ، ويعمل بها ، وعلى أساسها يسأل ويحاسب ، ويكون شريفاً أو وضيعاً

6. يتأثر الانسان بمن مضى ويؤثر فيمن يأتي ويتفاعل مع أهل عصره يؤثر بهم ويتأثرون به-- ومن هنا كان له تاريخ وتراث و آثاردون كثيرمن الكائنات۔

7. للانسان حياة اخرى هي ساحة الحكم والجزاء على ما قدمه في حياته الأولى--الى غير ذلك من النعم[34]

1. اللہ تعالیٰ نے انسان کو مکرم بنایا ہے۔

2. عقل، اگر عقل نہ ہوتی تو انسان قابلِ ذکر چیز نہیں تھا، اگر عقل مند نہیں ہوتا تو اپنے خالق کو بھی نہیں پہچانتا، بس اسی عقل کے ذریعے سے ہی انسان خدا اور کائنات نیز عقل کی عظمت کا عرفان حاصل کر سکتا ہے۔

3. نسان فرائض واسرار کا ایک خزانہ ہے، جیسے علم وجہل۔ دین وکفر۔ محبت و دشمنی۔ حلم وغضب۔ خوف وجرت۔ بخل و کرم۔ تواضع وعظمت۔ امانت وخیانت۔ استحکام اور اتار چڑھاؤ، اس طرح کی بہت ساری دیگر مثالیں۔

4. انسان مسلسل ایک اچھی زندگی گزارنے کے انتظار میں ہے، اگر چہ وہ بہترین زندگی گزار رہا ہو، حدیث میں ذکر ہوا ہے: "لو کان لِلانسان جبل من ذھب وجبل من فضۃ لتمنی لھما ثالثا"۔ یعنی: اگر انسان کے لئے ایک پہاڑ سونے کا ہوتا اور دوسرا چاندی کا ہوتا تب بھی وہ تیسرے کی تمناء کرتا۔ اگر انسان کے لالچ کی حد یہ ہے تو وہ اس کو پورا کرنے کی اعلی حیثیتوں کا بھی حامل ہے۔

5. انسان کی زندگی گزارنے کے قوانین ہیں اور اخلاقی لائحہ عمل ہے اس پر ان کو عمل کرنا ضروری ہے، نیز ان کو بنیاد بنا کر انسان سے حساب وکتاب کیا جائے گا، انہی قوانین پر عمل ومخالفت کے لحاظ سے نیک وبد کا اعتبار کیا جائے گا۔

6. انسان گذشتہ امور سے متاثر ہوتا ہے، نیز آنے والا زمانہ اس پر اثر انداز ہوتا ہے، ایک زمانے کے لوگ ایک دوسرے کے طور وطریقے اپناتے ہیں۔ اسی سبب ان کی تاریخ ہے اور آثار ہیں جبکہ انسان کے علاوہ دیگر موجودات میں یہ وصف موجود نہیں ہے۔

7. انسان کے لئے اس زندگی کے علاوہ ایک اور زندگی ہے جہاں پر اس کو جزاء ملے گی اُن اعمال کی جو دنیا کے اندر وہ نیک کام کرتا تھا۔ بہت ساری نعمتیں ملیں گی۔

- مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ--- جَمِيعًا[35]

"جس نے کسی ایک نفس کو قتل کیا جب کہ یہ قتل خون کے بدلے میں یا زمین میں فساد پھلانے کے جرم میں نہ ہو تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کیا۔"

علامہ جواد مغنیہ ؒ اس آیت کے تحت تین نظریات بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کے قتل کے برابر کیوں ٹھہرایا اور پھر بعد ازاں اپنا نظریہ بھی بیان کیا۔

"أنه من قتل نفساً بغير نفس أو فساد في الأرض أي أو غير فساد في الأرض عطفاً على نفس لا على غيروالمعنى يجوز شرعاً قتل من قتل غيره عدواناًوأيضاً يجوز قتل من سعى في الأرض فساداً جزاءوفاقاً وصيانة الحياة الناس وأمنهم أمامن يقتل نفساً بريئة مسالمة"فكأنما قتل الناس جميعاً اختلف المفسرون وغير المفسرين في الوجه المبرر لتشبيه القتل الافرادي بالقتل

الجماعي واحياء الفرد باحياء الناس جميعاً فمن قائل انه مبالغة في الردع عن جريمة القتل والحث على انقاذ النفس وتخليصها من المهلكات كالغرق والحرق وما اليها من اغاثة الملهوف ومن قائل انه بيان الحقيقة القاتل والمحسن بأن من أقدم على قتل واحد يقدم على قتل الناس جميعاً تماماً كما يقولون من يسرق البيضة يسرق الجمل ۔وان من أحسن الى واحد من الناس يحسن للجميع ما دام الدافع له حب الخير والاحسان وقال آخرون انه بيان للطبيعة النوعية في الانسان وأنها تتمثل في البعض والكل على السواءلا تزيد بكثرة الأفراد ولا تنقص بقلتهم والذي نفهمه من الآية ان الفرد في نظر الإسلام هو غاية بنفسه لا وسيلة الى غيره وانه ظاهرة انسانية له ما لها من الحرمة والكرامة وان العدوان عليه عدوان على الانسانية التي تتمثل به وبالناس جميعاًوان الاحسان إليه احسان إلى الناس جميعاً"۔۔[36]

(اَنَّهٗ مَنۡ قَتَلَ نَفۡسًۢا بِغَيۡرِ نَفۡسٍ اَوۡ فَسَادٍ فِى الۡاَرۡضِ) کہ جس نے کسی ایک نفس کو قتل کیا جبکہ یہ قتل خون کے بدلے میں یا زمین میں فساد پھیلانے کے جرم میں نہ ہو۔ آیت کریمہ میں فساد کا عطف "نفس" پر ہے غیر پر نہیں۔ بنابر ایں معنیٰ یہ بنے گا کہ جو کسی کو ناحق قتل کرے اسے قتل کرنا شرعاً جائزہ ہے اور اسی طرح وہ شخص جو زمین میں فساد پھیلائے اسے قتل کرنا بھی شرعاً جائز ہے۔ خبر دار!جو کسی ایک بے گناہ اور بے ضرر شخص کو قتل کرے گا(فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيۡعًا) گویا اس نے پوری بشریت کو قتل کیا ہے۔ مفسرین اور غیر مفسرین کا اس بات میں اختلاف ہے کہ قتل افرادی کو قتل اجتماعی سے کیوں تشبیہ دی گئی ہے ؟اور اسی طرح ایک فرد کو زندگی دینے کو پوری بشریت کو زندگی دینے کے مترادف کیوں قرار دیا گیا ہے ؟

- **پہلا نظریہ:** یہ حکم درحقیقت جرم مقتل کو روکنے کے لیے مبالغہ کے طور پر نازل ہوا ہے اور یہ اس لیے نازل ہوا ہے کہ لوگوں کو برانگیختہ کیا جائے کہ وہ انسانوں کو ہلاکت سے بچائیں اور مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کریں۔
- **دوسرا نظریہ.:** ہے قتل کرنے والوں اور احسان کرنے والوں کی حقیقت کو قرآن نے کھول کر بیان کیا ہے یعنی جس شخص نے ایک بے گناہ کو قتل کیا ہے اس کی حقیقت اس شخص جیسی ہے جس نے تمام انسانوں کو قتل کیا ہے۔ جیسا کہ ضرب المثل ہے "من یسرق البیضۃ یسرق الجمل "(جس نے انڈہ چرایا گویا اس نے اونٹ چرایا) اور اسی طرح جس نے ایک شخص سے نیکی کی گویا اس نے تمام انسانوں سے نیکی کی بشرطیکہ اس کی نیت خالص ہو۔
- **تیسرا نظریہ:** نوعِ انسانی کی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ بعض افراد اور تمام افراد کا حکم ایک جیسا ہے، افراد کی قلت کثرت سے حکم نہیں بدلتا قتل انسانی کا عذاب ایک ہے چاہے وہ ایک انسان کا قتل ہو یا سب کا۔
- **ہمارا نظریہ:** یہ ہے کہ اسلام کے نزدیک ایک فرد مظہر انسانیت ہے۔ اس کا حکم وہی ہے جو پوری انسانیت کا ہے حرمت کرامت کے اعتبار سے بھی ظلم وعدوان کے اعتبار سے بھی جس نے ایک فرد سے نیکی کی گویا اس نے پوری انسانیت سے نیکی کیا اور جس نے ایک فرد پر ظلم کیا اس نے پوری انسانیت پر ظلم کیا۔"

التفسیر الکاشف میں حفظِ نسب سے متعلق آیات واحکام

حفظِ نسب

- وَأَنكِحُواالْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ ۔۔۔وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ[37]

"اور تم میں سے جو لوگ بے نکاح ہوں اور تمہارے غلاموں اور کنیزوں میں سے جو صالح ہوں ان کا نکاح کر دو اگر وہ نادار ہوں تو اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے گا اور اللہ بڑی وسعت والا علم والا ہے۔"

علامہ جواد مغنیہؒ نے اس آیت کی تفسیر میں حفظِ نسب کے بارے میں یوں بیان کیا ہے: کہ خواہ مرد ہو یا عورت وہ اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے۔ اس حکم میں شادی شدہ اور غیر شادی شدہ سب شامل ہیں، لیکن کہا کہ غیر شادی شدہ کے لیے یہ حکم بدرجہ اولی ہے۔ پھر شادی کے فوائد سنتِ نبویہ سے بیان کرتے ہیں۔ بعد ازاں اخلاقی برائیوں کو بیان کرتے ہیں جو کہ ہمارے ہاں رواج پا چکے ہیں اور وہ مال و دولت کی طرف دیکھنا ہے۔ بلکہ ان کی نگاہ میں امیر وہ ہے جس کے پاس دین ہو۔

"وأنكحوا الأيامى منكم" الخطاب المسلمين جميعا والأمرهذا للاستحباب لا الوجوب والايم من لا زوج له ويطلق على الأعزب والعزباء بعد أن أمر سبحانه الرجال والنساء يحفظ الفروج والكف عن النظر المحرم ونهى النساء عن التبرج وابداء الزينة أمام الأجانب۔۔۔ بعد هذا أمر بالتعاون على تيسير الزواج لكل من احتاج اليه من النساء والرجال لأن العزوبة مصدر القبائح والرذائل كالزنا واللواط والزواج وقاية من ذلك ولذا قال الرسول الأعظم (ص) شرار كم عزابكم الزواج من سنتي فمن رغب عن سنتي فليس مني"۔[38]

"وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ سب مسلمانوں کے ساتھ خطاب ہے اور یہاں پر امر استحبابی ہے نہ کہ وجوبی الایامی یعنی غیر شادی شدہ خواہ مرد ہو یا عورت ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مرد و عورت کو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کا حکم دیا، نیز محرمات کی طرف نظر کرنے سے نہی فرمائی، نیز خواتین کو نہی کی کہ وہ اپنی زینت غیر مردوں کے سامنے ظاہر نہ کریں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ شادی بیاہ کے متعلق تعاون کرو تاکہ جس کو بھی شادی کی ضرورت ہو اس کیلئے یہ عمل آسان ہو، کیوں کہ غیر شادی شدہ ہونا تمام برائیوں کی جڑ ہے جیسے کہ زنا، لواط وغیرہ، اور ازدواجی زندگی ان سب برائیوں سے حفاظت کرتی ہے لہذا حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے یعنی غیر شادی شدہ لوگ تم میں سب سے برے ہیں۔ آپ ﷺ کا مزید کہنا تھا کہ "نکاح میری سنت ہے، لہٰذا جو اس کا انکار کرے وہ مجھ سے نہیں۔"

التفسیر الکاشف میں حفظِ عقل سے متعلق آیات و احکام

حفظِ عقل

- أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ[39]

"کیا لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں؟"

علامہ جواد مغنیہؒ اس آیت کا تعلق کافروں کے ساتھ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے وجود پر تمام دلائل آئے ہیں، لیکن پھر بھی وہ عقل سے اور تدبر و تفکر سے کام نہیں لیتے۔

"أفلا يتدبرون القرآن أم على قلوب أقفالهاضميريتدبرون يعود الى المنافقين لأن هذه الآيات والتي قبلها تتحدث عنهم۔۔۔وكل ما جاء في القرآن من الدلائل في خلق السموات والأرض على وجود الخالق ومن الحجج البالغة على البعث ونبوة محمد (ﷺ)وعلى قبح الشرك والظلم والفساد في الأرض كل ذلك وما اليه من العبر والعظات ظاهر الدلالة واضح المعنى لا غموض فيه ولا تعقيد بالاضافة الى ما يستثيره اسلوب القرآن في قلب القارىءوالسامع من الخشوع

والاحساس اذن.۔ فما بال الكافرين والمنافقين لم يتأثروا بهذا المعجز ؟ هل فقدوا الأسماع والأبصارأم استغلقت على أفئدتهم أقفال العمى والرين"؟[40]

" أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا یتدبرون کی ضمیر منافقوں کی طرف لوٹ رہی ہے۔کیوں کہ یہ آیت اور اس سے پہلی والی آیت میں ان ہی کے بارے میں بات چل رہی ہے اور قرآن مجید میں زمین آسمان کی تخلیق سے متعلق جتنے دلائل آئے ہیں (درحقیقت) وہ خالق کے وجود پر دلالت کرتے ہیں اور واضح دلائل ہیں جو کہ دوبارہ اٹھائے جانے اور نبوت محمدی ﷺ پر دلالت کر رہے ہیں اور اسی طرح شرک، ظلم اور فساد فی الارض کی ناپسندیدگی پر، یہ تمام اور اسکے علاوہ جتنی بھی نصیحتوں اور عبرتوں سے بھرے ہیں، سب ظاہری معنیٰ پر دلالت کرتے ہیں اور ان کے معانی واضح ہیں۔نہ ان میں کوئی ابہام ہے اور نہ ہی کوئی پابندی بلکہ مزید بر آں یہ کہ اسلوب قرآن پڑھنے اور سننے والے دلوں میں خشوع و خضوع اور احساس کو اجاگر کرتا ہے۔تو کیا ہو گیا ان کافروں اور منافقوں کو جو اس معجزے سے متاثر نہیں ہوتے؟ کیا ان کی سماعت و بصارت مفقود ہو چکی ہے یا ان کے دلوں پر اندھے پن اور غلاظت کے تالے تو نہیں لگ گئے؟

- وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۖ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ[41]

"اور ہم یہ مثالیں لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں مگر ان کو علم رکھنے والے لوگ ہی سمجھتے ہیں۔"

اس آیت کی تفسیر میں علامہ جواد مغنیہ نے صاحبانِ عقل و بصیرت کی خصوصیت بیان کی کہ:

"وتلك الأمثال نضربها للناس وما يعقلها إلا العالمون تلك إشارة الى مثل العنكبوت ونظائره وأنه تعالى ينبه الناس بها الى وحدانيته وعظمته ولكن لا يفهم هذه الأمثال وغيرها من آيات الله إلا أهل العقول والبصائر"۔[42]

"وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۖ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ (تلک) سے مکڑی اور ان جیسی حشرات کی طرف اشارہ کیا ہے، یعنی اللہ سبحانہ و تعالیٰ انسانوں کو اپنی وحدانیت و عظمت کی طرف اس طرح کی مثالوں سے متنبہ کرتا ہے، لیکن ان مثالوں اور اس جیسی دیگر آیات کو صرف صاحبان عقل و بصیرت ہی سمجھ سکتے ہیں۔"

التفسیر الکاشف میں حفظِ مال سے متعلق آیات و احکام

حفظِ مال

- وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ۔۔۔الآية[43]

اور یتیم کے مال کے قریب نہ جانا مگر ایسے طریقے سے جو (یتیم کے لیے) بہترین ہو یہاں تک کہ وہ رشد کو پہنچ جائے۔

اس آیت کا گزشتہ آیات کے ساتھ اس طرح ربط ہے کہ گزشتہ آیات میں کہا گیا مشرکین نے قیاس آرائی، گمان اور اتباعِ خواہشات کی وجہ سے حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دیا اور جہالت کی وجہ سے اپنے شرک کی نسبت خدا تعالی کی طرف دے دی اور پھر ان کی باطل آراء کو عقل و فطرت کی بنیاد پر رد فرمایا اور محرمات سے مراد ہیں کٹی ہوئی رگوں سے دھار مار کر خارج ہونے والا خون، خنزیر کا گوشت اور حلال گوشت جانور جس کو ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے، ان محرمات کو ذکر فرمایا اور مورد بحث تین آیات میں مزید چند محرمات بیان فرمائے اور ان کے ساتھ ساتھ بعض واجبات بھی بیان کیے جیسے ناپ تول کو پورا کرنا، خدا کا عہد پورا کرنا اور عدل کی پیروی کرنا بدیہی کی بات ہے کہ ہر وہ فعل جس کا انجام دینا واجب ہو اس کو ترک کرنا حرام ہوتا ہے اور جس کو ترک

کرنا واجب ہو اس کو انجام دینا حرام ہوتا ہے۔ بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ ان تین آیات کے ضمن میں خدا تعالیٰ نے انسان کو دس نصیحتیں کی ہیں۔ جن میں سے ایک نصیحت پر ہم بحث کریں گے اور وہ ہے حفظِ مال۔

"ولا تقربوا مال اليتيم إلا بالتي هي أحسن والنهي عن القرب منه أبلغ من النهي عنه بالذات ويعم جميع وجوه التصرف كما ان التي هي أحسن أبلغ من التي هي حسنة والمعنى المقصود هو التشدد في شأن أموال كل قاصر عن التصرف في أمواله إلا على الوجه المألوف يتيما كان أو مجنوناً أو سفيها أو غائباً أو صغيراً يتولى أبوه شؤونه المالية وان على أولياء هؤلاء أن يحافظوا على أموال القاصرين ويدبروها لمصلحتهم"۔[44]

"وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ" یہ جو کہا گیا ہے کہ مال یتیم کے قریب بھی نہ جانا یہ نہی بلیغ تر ہے اس سے کہ خود مال یتیم سے نہی کی جائے اور کہا جائے مال یتیم کو غصب نہ کرنا، اور یہ حکم ہر قسمی تصرف کو شامل ہے کہ یتیم کے مال میں کسی قسم کا تصرف نہ کیا جائے اور ایسا کرنا احسن فعل اور سب سے بڑی نیکی ہے۔ در حقیقت یہ مطلب سمجھایا جارہا ہے کہ ہر وہ شخص جو اپنے مال میں تصرف کرنے سے قاصر ہو چاہے وہ یتیم ہو، دیوانہ اور سادہ لوح ہو، غائب ہو یا ایسا چھوٹا بچہ جس کے مالی امور کا متولی اس کا باپ ہو۔ اس کے متعلق قرآن نے بڑے سخت لہجے میں کہا ہے، خبر دار! اس کے مال کے قریب بھی نہ جانا چہ جائیکہ اس میں تصرف کریں۔ ایسے افراد کے جو سرپرست ہیں ان پر فرض ہے کہ وہ ان کے اموال کی حفاظت کریں اور ان کی مصلحتوں کے مطابق ان کے مالی امور کی دیکھ بھال کریں۔"

- وَحَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللَّهُ افْتِرَاءً عَلَى اللَّهِ[45]

"اور اللہ نے جو رزق انہیں عطا کیا ہے اللہ پر بہتان باندھتے ہوئے انہوں نے اسے حرام کر دیا۔"

علامہ جواد مغنیہ ؒ اس آیت کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں کہ کفار و مشرکین اللہ کے دیے ہوئے رزق کو جو اللہ نے ان پر حرام نہیں کیا حرام کر دیتے اور جو حلال نہیں کیا اس کو حلال ٹھہراتے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں زراعت اور جانوروں کی شکل میں رزق عطا فرمایا جسے انہوں نے حرام کر دیا، یعنی جسے اللہ نے حرام قرار نہ دیا انہوں نے اسے حرام قرار دے دیا اور حرمت کی نسبت خدا کی طرف دے دی۔ یہ لوگ ہدایت پانے والے نہیں ہیں کیوں کہ اپنے ارادہ و اختیار سے ہدایت کے راستے سے ہٹ گئے ہیں۔[46]

حاصل بحث

تفسیر الکاشف کے مطالعے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اگرچہ مصنف کا تعلق شیعہ مکتبِ فکر سے ہے، لیکن انہوں نے اپنی تفسیر میں اہل سنت کے حوالہ جات اور مصادر کو بھی جگہ دی ہے۔ مصنف ایک متوازن اور اعتدال پسند سوچ کے حامل عالم ہیں، اور ان کی تفسیر عصرِ حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہے۔ انہوں نے صحابہ کرام کے بارے میں اپنے عقیدے کا اظہار مثبت اور احترام پر مبنی انداز میں کیا ہے۔ صاحبِ تفسیر نے مقاصدِ شریعت کو نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ سادہ اور جامع انداز میں بیان کیا ہے تاکہ عام قارئین بھی اس سے استفادہ کر سکیں۔

حوالہ جات وحواشی

[1]۔ الجوھري، ابراہیم بن سعید، الصحاح تاج اللغۃ وصحاح العربیۃ، دار الکتاب العربي مصر، ۲/۷۸۱

[2]۔ اندلسي، محمد بن یوسف البحر المحیط، دار احیاء التراث العربي بیروت، ۱۵/۱

[3]۔ زبیدی، محمد مرتضیٰ، تاج العروس، منشورات دار مکتبہ الحیاۃ بیروت، ج۳

[4]۔ جرجانی، شریف علی بن محمد، کتاب التعریفات، انتشارات ناصر خسرو تھران، ۱۳۴۴ھ، ص:۳۸

[5]۔ غازي، محمود احمد، ڈاکٹر، محاضرات قرآنی، الفیصل ناشران وتاجران کتب، اردو بازار لاہور ص:۱۶۰

[6]۔ عثمانی، محمد تقی، علوم القرآن، مکتبہ دار العلوم کراچی، ص:۳۲۴

[7]۔ مناع القطان، مباحث في علم القرآن، مکتبہ المعارف، الریاض، ۱۹۹۶، ص:۳۳۵

[8]۔ الفرقان ۳۳:۲۵

[9]۔ بخاري، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار السلام الریاض، حدیث نمبر ۴۴۸۵

[10]۔ دارمی، عبد اللہ بن عبد الرحمن، السنن، نشر السنہ ملتان ۱۱/۱۰

[11]۔ ابن فارس، ابو الحسین، احمد بن فارس بن زکریا، معجم مقائیس اللغۃ، مکتب الاعلام الاسلامی، ۱۴۰۴ھ، ۹۵/۵

[12]۔ زبیدی، محمد مرتضی، تاج العروس، جواہر القاموس، مطبعۃ حکومت کویت، ۱۹۸۴ء، ۳۵/۹

[13]۔ طبری، ابو جعفر، محمد بن جریر، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، مصطفی البابی، مصر، ۱۳۸۸ھ، ج:۷، ص:۷۸

[14]۔ النحل:۹:۱۶

[15]۔ الزبیدی، سید محمد مرتضیٰ، تاج العروس من جوھر القاموس، مطبعۃ حکومت الکویت، ۱۳۹۱ھ، ۴۳/۱

[16]۔ التوبۃ:۹، ۴۲

[17]۔ ابن فارس، ابو الحسین، احمد بن فارس بن زکریا، کتاب معجم مقاییس اللغۃ، دار الفکر، بیروت، ص:۲۱۶۸

[18]۔ فراہیدی، خلیل بن احمد، کتاب العین، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۴۲۴ھ، ۳۹۳/۳

[19]۔ سورۃ لقمان: ۱۹:۳۱

[20]۔ الذاریات ۵۶:۵۱

[21]۔ فراھیدی، خلیل احمد، کتاب العین، موسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت، الطبعۃ الاولی 1408ھ، ج:۲، ص:۳۲۳

[22]۔ الزبیدی، سید محمد مرتضیٰ، تاج العروس من جوھر القاموس، مطبعۃ حکومت الکویت، ج:۲۱، ص:۲۵۹

[23]۔ ابن تیمیہ، احمد بن عبد العلیم، مجموع الفتاویٰ، سعودی عرب، ۳۰۶/۱۹

[24]۔ تھانوی، محمد علی بن علی، کتاب کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم، دار صادر، بیروت، ۷۵۹/۲

[25]۔ آل عمران ۱۰۳:۳

[26]۔ مغنیہ، علامہ جواد، التفسیر الکاشف، ۱۲۲/۱

[27]۔ آل عمران ۱۰۳:۳

[28]۔ مغنیہ، علامہ محمد جواد، التفسیر الکاشف، ۱۲۳-۱۲۲/۱

[29]۔ آل عمران ۱۰۴:۳

[30]۔ مغنیہ، علامہ محمد جواد، التفسیر لکاشف، ۱۲۴/۲

[31]۔ بنی اسرائیل ۸۹:۱۷

[32]۔غافر ۴۰:۶۴

[33]۔التین ۹۵:۴

[34]۔التفسیر الکاشف،۵/۶۸-۶۷

[35]۔المائدہ ۵:۳۲

[36]۔مغنیہ،علامہ محمد جواد،التفسیر الکاشف،۳/۴۷۔۴۸

[37]النور ۲۴:۳۲

[38]مغنیہ،علامہ جواد،التفسیر الکاشف،۵/۴۱۹،بخاری،محمد بن اسماعیل،الصحیح البخاری،کتاب النکاح،باب:الترغیب فی النکاح،رقم الحدیث:۵۰۶۳

[39]۔محمد ۴۷:۲۴

[40]۔۷/۷۴

[41]۔العنکبوت ۲۹:۴۳

[42]۔التفسیر الکاشف،۶/۱۱۰

[43]۔الانعام ۶:۱۵۲

[44]۔مغنیہ،علامہ محمد جواد،التفسیر الکاشف،۳/۲۸۴

[45]۔الانعام ۶:۱۴۰

[46]۔مغنیہ،علامہ محمد جواد،التفسیر الکاشف،۳/۲۷۱